سوال

(41) صاحبان زکوۃ کے بچے زکوۃ کے مال سے تعلیم حاصل کرسکتے ہیں۔

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسجد یا مدرسہ میں ایک میاں یا ملا رکھ کر گاؤں کے بچوں کو تعلیم دلائی جاتی ہے، اوران میں صاحبان زکوۃ کے بچے بھی تعلیم پائیں تو کیا یہ جائز ہوگا، یا نہیں؟ درآنحالیکہ زکوۃ دینے والے حضرات میاں یا ملا کی تنخواہ اپنے عشر وزکوۃ کی رقم سے دیتے ہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

اصحاب اموال کا اپنے بچوں کو ایسے لوگوں سے تعلیم دلانا جن کو وہ تنخواہ اپنے اموال کی زکوٰہ وعشر سے دیتے ہوں درست نہیں۔ ((ھٰذا ھوالراجح عندی الی ھذا الآن)) ایسے علماء دین جو اس آیت کے مصداق ہوں:

((اَلَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الآیۃ))

یعنی دین کی تعلیم وخدمت کے لیے وقف ہوگئے ہوں، اور فکر معیشت کے لیے وقت نہ نکال سکتے ہوں، ''مساکین'' میں داخل ہیں، بشرطیکہ انہوں نے تعلیم دین کو حصول زر کا پیشہ نہ بنا لیا ہو، ضرورت اور حاجت سے زیادہ نہ لیتے ہوں، اور کسی حالت میں بھی ساعی وسائل نہ بنتے ہوں، ایسے علماء ودعاۃ مد زکوۃ کے بلاشبہ مستحق ہیں، اسی طرح غریب طلبا علوم دینیہ بھی آیت مذکورہ کی رو سے فقراء ومساکین میں داخل ہیں، اور ضروری ہے کہ اس مد سے ان کی خبر گیری کی جائے، رہ گئے علمائ، اغنیاء جو سونے چاندی کے نصاب کے مالک ہیں، یا خوشحال زمیندار ہیں، یا کرایہ کا جائدادوں کے مالک ہیں، اور قرآن وعلوم دینیہ کی ترویج اور دعوت وارشاد ہدایت تبلیغ یا درس وتدریس میں مصروف ومشغول رہتے ہیں، ان کو زکوٰۃ دینی اور خود ان کو زکوٰۃ لینی جائز ہے، یا نہیں؟ اسی طرح مدارس کا اجراء قیام اور مدرسین وملازمین کی تنخواہ اس مد سے دینی جائز ہے یا نہیں، سو اس میں اختلاف ہے، بعض علماء اہل حدیث اسے جائز ودرست کہتے ہیں، ان میں سے بعض نے ان علماء ومدرسین کو ''سبیل اللہ'' میں داخل سمجھا ہے، ان کا خیال ہے کہ سبیل اللہ کے ذریعہ ایک جامع دعاوی مقصد کا دروازہ کھول دیا ہے، جس میں دین امت کے مصالح کی ساری باتیں آ گئیں۔ مثلاً قرآن اور علوم شرعیہ کی ترویج اور اشاعت مدارس کا اجراء وقیام دعاۃ ومبلغین کا قیام ارسال ہدایت وارشاد امت کے تمام مفید مسائل۔

اکثر علماء کے خیال میں سبیل اللہ سے مراد صرف مجاہدین وغزاۃ ہیں۔

((کما قال شمس الائمۃ ابن قدامہ فی الشرح الکبیر عل متن المقنع لاخلاف فی انھم الغزاۃ لان سبیل اللّٰہ عنہ الاطلاق ھوالغزوا انتھیٰ))

علامہ سید رشید رضا مصری مرحوم نے مخالفت کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

((ھذا غیر صحیح بل سبیل اللّٰہ ھوالطریق الوصل الی مرضاتہ وجنتہ وھوالاسلام فی جملتہ وایات الانفاق فی سبیل اللّٰہ تشتمل انواع النفقۃ المشروعۃ وما ذا یقول فی اٰیات الصد والاضلال عن سبیل اللّٰہ ولا ھجرۃ فی سبیل اللّٰہ بل لایصح ان یغسر سبیل اللّٰہ فی اٰیات القتال نفسھا بالغزو لان القتال ھوالغزو وانما یکون فی سبیل اللّٰہ اذا ارید بہ ان تکون کلمۃ اللّٰہ ھی العلیاء ودینہ ھوالمسبع فی

سبیل اللہ فی الایۃ یعم الغزو والشرعی وغیرہ من مصالح الاسلام بحسب لفظہ العربی ویحتاج التخصیص الی دلیل صحیح انتہیٰ ۔ قلت راجح عندی انھم الغزاۃ خاصۃ وان کانت کلمۃ سبیل اللہ یحسب لفظھا العربی عامۃ تشتمل جمیع مصالح الاسلام العامۃ تکن المراد فی ایۃ مصارف الزکوٰۃ فیما اری واللہ اعلم بمراد کلامہ الغزاۃ خاصۃ والدلیل علی ھذا التخصیص ما روی احمد ومالک وابو داوٗد وابن ماجۃ وغیرھم عن ابی سعید مرفوعاً لا تحمل الصدقۃ لغنی الا لخمسۃ لعامل علیھا اور جل اشتراھا بمالہ او غارم او غازی فی سبیل اللہ الخ وعلی ھذا فلا یدخل فی سبیل اللہ الاغنیاء من اصحاب الدعوۃ والارشاد والھدایۃ والتبلیغ والافتاء والتدریس وغیرھم من الموٗظفین فی المدارس الدینیۃ ولا یدخل فیھا ایضاً تاسیس المعاھد الدینیۃ وتعمیرھا واعانتھا واقامتھا وغیر ذالک مما یشبہ))

اور بعض علماء اہل حدیث نے ایسے اصحاب نصاب کو ''عاملین'' میں داخل سمجھا ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ عاملین زکوٰۃ کا مصرف ٹھہرانے کی علت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ان عاملین نے ایک کام کو جو مصالح مسلمین سے ہے انجام دیا ہے :

((قال الشوکانی حدیث ابن سعید (عند الشیخین دلیل علی ان عمل الساعی سبب لاستحقاقہ الاجرۃ کما ان وصف الفقراء والسکنۃ ھو السبب فی ذلک واذا کان العمل ھو السبب اقتضٰی قیاس قواعد الشرع ان الماخوذ فی مقابلۃ اجرۃ))

اسلامی حکومت کے اور عاملین کو اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر زکوٰۃ کا مصرف نہیں ٹھہرایا ہے، لیکن روایات حدیثیہ سے ثابت ہے کہ عہد نبوت میں جو اشخاص اس قسم کے کاموں کو سر انجام دیتے تھے، ان کو بھی رسول اللہ ﷺ ان کے کاموں کی اجرت عنایت فرماتے تھے، ابو داوٗد میں بریدہ سے مرفوعاً روایت ہے :

((من استعملنا علی انہ عمل فرزقنا رزقاً فما اخذ بعد ذلک فھو خلول قال الشوکانی فیہ دلیل علی انہ لا یحل للعامل زیادۃ علی ما فرض لہ من استعملہ وان ما اخذ بعد ذالک وفھو من الغلول وذالک بناء علی انہ اجارۃ ولکنھا فاسدۃ یلام فیھا اجرۃ المثل الی اخرما قال)) (نیل الاوطار)

پس حکومت اسلامی کے دیگر عاملین مثلاً قضاۃ وغیرہ بوجہ اشتراک فی العلۃ حکم سعاۃ میں داخل ہیں، اس کے علاوہ عہد خلافت راشدہ میں بھی دیگر عاملین کی اجرت بلکہ خود عالم کی اجرت مال مسلمین سے دیا جانا ثابت ہے، اور انہی وجوہ سے خلف وسلف کی ایک بڑی جماعت اس جانب گئی ہے :

((قال الطبری ذھب الجمھور الیٰ جواز اخذ القاضی الاجرۃ علی الحکم لکونہ یشتغلہ الحکم من القیام بمصالہ (عمدۃ القاری للعینی) واحتج ابو عبیدۃ علی جواز ذلک بما فرض اللہ للعاملین علی الصدقۃ جعل لھم حقا منھا لقیامھم وسعیھم الیٰ قولہ وقال ابن المنذر حدیث ابن سعید حجۃ فی جواز ارزاق القضاۃ من وجوھما (فتح الباری) وقال القاری فی المرقات فی شرح حدیث وغیرہ جواز اخذ العوض من بیت المال علی العمل العام وان کان فرضاً کالقضاء والجستر والتدریس بل یجب علی الامام کفایۃ ھولاء ومن فی معناھم فی بیت المال انتہیٰ (وقال المولوی) عبد الحی لکھنوی فی عمدۃ الرعایت وکل من فرغ نفسہ بعمل من امور المسلمین یستحق علی ذالک رزقاً کالقاضی الخ))

پس ایسا مدرسہ جو مصالح مسلمین پر مشتمل ہے، اس کے مدرسین کو مد زکوٰۃ سے تنخواہ دینی کیوں درست نہیں، ساتھ ہی اس کے اس زمانہ میں مدارس دینیہ کے قیام وبقا کی جو ضرورت ہے، وہ مخفی نہیں، یہ بھی ظاہر ہے کہ تاوقتیکہ مدارس کی امداد مد زکوٰۃ سے نہ ہوگی۔ کوئی مدرسہ چل نہیں سکتا۔ پس جب سائلین صدقات کے ساتھ دوسرے عاملین ملحق ہیں، اور عاملین زکوٰۃ کے لیے بحالت ان کے غنی ہونے کے بھی زکوٰۃ سے اجرت لینی درست ہے، تو مد زکوٰۃ سے مدرسین کو زکوٰۃ معین وغیرہ معین دونوں طرح لینا ان کے غنی ہونے کی صورت میں بھی جائز اور درست ہوگا جیسا کہ حضرت ابو بکر کی تنخواہ کے واقعہ سے ثابت ہے :

((اخرج ابن سعد عن میمون قال لما استخلف ابو بکر جعلوا لہ الفین فقال زیدو لی فان لی عیالاً وقلا شغلمو فی عن التجارۃ فزادوہ خمس مائۃ (تاریخ الخلفاء))

علمائے حنفیہ کے نزدیک مد زکوٰۃ سے مدرسین وملازمین مدرسہ کو بصورت ان کے غنی ہونے کے تنخواہ نہیں ادا کی جا سکتی، اور نہ ان کے لیے لینا جائز ہے، وہ کہتے ہیں، زکوٰۃ ایک فریضہ الٰہی ہے، جس کی ذمہ داری مالک نصاب پر ہوتی ہے، اور چونکہ وہ حج روزہ نماز کی طرح ایک عبادت ہے، اسی لیے مالک نصاب کو مقررہ شروط وقیود کا لحاظ رکھتے ہوئے مال کا ایک معین حصہ اس کے مصارف میں بطور تملیک اس طرح ادا کرنا ضروری ہے، کہ اس کی ادائیگی میں بجز امتثال امر الٰہی شخص موٗدی الیہ سے کسی قسم کی کوئی غرض حصول نفع کی خاطر نہ ہو (تنویر الابصار) اس لیے وہ ان لوگوں پر بھی اس کو صرف نہیں کر سکتا کہ جن کے دینے میں حصول نفع کا احتمال ہو :

((کما قال فی رد المختار فلا یدفع لاصلہ ای وان علا ولغرعۃ ای وان سفل وکذا الزوجتہ وزوجھا وبدہ دم کلتہ لانہ بالدنع الیھم لم تنقطع المنفعۃ عن الملک ای المزکی من کل وجہ))

اور اسی بنا پر بھی اس کا صرف کرنا جائز نہیں۔ (رد المختار ص ۷۷، ج ۱) معلوم ہوا کہ مدرسین کی تنخواہ مد زکوٰۃ سے نہیں ادا کی جا سکتی کہ وہ معاوضہ ہے، ان کے عمل کا اور زکوٰۃ میں معاوضہ مقصود نہیں ہوتا، حنفیہ کہتے ہیں کہ عاملین صدقات کے ساتھ اغنیاء مدرسین کو ملحق کرنا صحیح نہیں، کیونکہ ان کو جو کچھ ملتا ہے، وہ بطریق عمالہ ہے، اور چونکہ یہ عمالہ بقدر کفاف یعنی ان کے اور ان کے اعوان کی ضرورت اور حاجت کے مطابق دیا جاتا ہے، اس لیے اس کو اجرت ومعاوضہ سمجھنا غلط ہے، کیونکہ وہ مقدار جو اس کو اور اس کے اعوان کو کافی ہو سکے، وہ مجہول اور غیر معلوم ہو، اور احد العوضین کی جہالت جواز جادہ سے مانع ہے، پس معلوم ہوا کہ عامل صدقہ کا استحقاق بطور اجرت ومعاوضہ کے نہیں ہے، بلکہ بطریق کفایہ ہے، بنا برین

مدرسین وملازمین مدرسہ کو عاملین صدقات کے ساتھ ملحق کرنا غلط ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ دیگر عاملین کے عمالہ سے جوان کو بیت المال سے ملتا ہے، مدرسین کے مدزکوۃ سے تنخواہ دینے کے جواز پر استدلال صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ بیت المال دراصل اسلامی خزانہ کا نام ہے، جس کے مختلف شعبے ہوتے تھے، اور ہر شعبے کے مصارف جداگانہ ہوتے ہیں، مثلاً ایک شعبہ بیت الخمس کا تھا، جس میں جنس غنائم وغیرہ جمع ہوتے تھے، اوراس کو آیت {وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم ...الخ} کے تحت صرف کیا جاتا تھا، دوسرا شعبہ بیت الصدقات تھا، جس میں عشر وزکوۃ فطرہ کے اموال جمع ہوتے تھے، اوراس کو مصارف منصوصہ ثمانیہ میں صرف کیا جاتا تھا، تیسرا شعبہ خراج الارض والجزیہ تھا، جس میں زمینوں کا خراج اور جزیہ وغیرہ کا مال جمع رہتا۔ اس شعبہ سے قاضی مفتی علماء کرام کو بقدر کفاف ملتا تھا، چوتھا شعبہ لاوارث لوگوں کے ترکہ اور لقطات کا تھا، جس کو ضوائع کہتے ہیں، اس سے عام مصالح مسلمین میں امداد ملتی تھی (عالمگیری) پس یہ ثابت کرکے علماء وقضاۃ اور عمال کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی، یہ ثابت کرنا مدزکوۃ سے مدرسین تنخواہیں پاسکتے ہیں، صحیح نہیں۔ الی آخرہ۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۴۲۰) (املاہ عبیداللہ المبارکفوری الرحمانی الدرس مدرسہ دارالحدیث الرحمانیہ دہلی)

توضیح :...ان سب عبارتوں کا جواب قاضی محمد سلیمان منصورپوری کے مضمون میں دیکھیں۔ (سعیدی)

فتاویٰ علمائے حدیث